بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوٹ نمبر ۴۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم: اتوار

ایڈیٹر روشن دین تنویر

The Daily ALFAZL RABWAH

قیمت فی پرچہ ۱۵ پیسے

جلد ۵۸/۲۳ | ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ ۷ فتح ۱۳۴۸ھ ۷ دسمبر ۱۹۶۹ء | نمبر ۲۸۴

23

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۶ فتح۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور ایدہ اللہ کی حرمِ محترم، حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی طبیعت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

احباب حضور ایدہ اللہ اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی صحت و سلامتی کے لئے التزام سے دعا کرتے رہیں۔

ربوہ ۶ فتح۔ کل ۲۴ ماہ رمضان کو حضور نے نمازِ جمعہ مسجد مبارک میں پڑھائی۔ حضور نے نماز سے قبل لیلۃ القدر کی حقیقت اور اسکی اہمیت پر ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔

ربوہ ۶ فتح۔ حضور ایدہ اللہ ۴ ماہ فتح کو بھی مسجد مبارک میں نمازِ فجر پڑھانے کے بعد کچھ وقت اپنے خدام میں تشریف فرما رہے۔ حضور نے احباب کو اپنے روح پرور ارشادات سے نوازتے ہوئے فرمایا اگر انسان غور کرے تو اس کا اپنا کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ اس کا اپنا وجود جسے وہ غلطی سے اپنا سمجھتا ہے وہ بھی فی الاصل اس کا نہیں کیونکہ اس نے اسے اپنے زور، اپنے علم، اپنی طاقت اور اپنے ہنر کی وجہ سے حاصل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت اور ربوبیت سے ایک جسم پیدا کر دیتا ہے پھر وہی ہے جو اس میں جسمانی نشوونما، ذہنی نشوونما اور اخلاقی و روحانی نشوونما کی طاقتیں رکھ دیتا ہے۔ انسان کا اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور ربوبیت کے ماتحت معرضِ وجود میں آتا ہے۔ اس کے باوجود ایک بیوقوف یہ سمجھتا ہے کہ میرا جسم، میری روح، میرا علم، میرا تقویٰ، میرا تزکیہ، میری دولت، میری عزت، میرا وقار، میرا اقتدار، میری اپنی خوبی اور زور کی وجہ سے ہے۔ یہی حال ان چیزوں کا ہے جنہیں انسان بظاہر اپنی محنت سے اس دنیا میں حاصل کرتا ہے۔ وہ نادانی سے انہیں اپنا سمجھتا ہے حالانکہ وہ چیزیں بھی اس کی نہیں ہوتیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی ودیعت کردہ طاقتوں کے نتیجہ میں ہی اسے وہ چیزیں ملتی ہیں۔ جب انسان کا اپنا کچھ بھی نہیں ہے اور سب کچھ خدائے رحمان کی ہی عطا ہے تو پھر اس کا فرض یہ ہے کہ وہ خدائے رحمان سے ایک پل اور ایک آن بھی غافل نہ ہو بلکہ ہر وقت اسی کی یاد میں لگا رہے۔ اس کے لئے دو ہی راستے ہیں یا وہ رحمان کا بندہ بن کر اس دنیا میں رہے اور اس کے بے شمار فیوض کا وارث بنے یا پھر بصورت دیگر وہ شیطان کا بندہ بنے اور ابدی جہنم کا وارث بنے بغیر نہ رہے گا۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں جس کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں

(باقی ص ۸)

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالیٰ کی محبت کیلئے اگر اخلاص، درد اور ثابت قدمی ہو تو انسان الوہیت کے سایہ میں آ جاتا ہے

غیر اللہ سے بکلی منقطع ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے بھی دل میں غیر معمولی درد ہو

"ایک حدیث میں آیا ہے کہ کافر کے لئے دوزخ بہشت کے رنگ میں اور مومن کے لئے بہشت دوزخ کے رنگ میں متمثل کیا جاتا ہے۔ کافر جو دُنیا کا طالب ہے دُنیا میں منہمک ہو کر سگِ دُنیا ہو جاتا ہے۔ مومن ایک عاشق ہے جو دُنیا کو طلاق دیکر ہر ایک تکلیف سہنے کو تیار ہوتا ہے اور فی الواقعہ یہ عشق ہی ہے جو اسے ہر قسم کی تکلیف سہنے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔ مومن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے اور اپنے معشوق یعنی خدا کے لئے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنے والا جوش اپنے اندر رکھتا ہے اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سے اس کے حضور میں قائم ہوتا ہے۔ دُنیا کی کوئی لذت اس کے لئے لذت نہیں ہوتی۔ اس کی رُوح اسی عشق میں پرورش پاتی ہے۔ معشوق کی طرف سے استغناء دیکھ کر وہ گھبراتا نہیں۔ اس طرف سے خاموشی اور بے التفاتی بھی معلوم کر کے وہ کبھی ہمت نہیں ہارتا بلکہ ہمیشہ قدم آگے ہی رکھتا ہے اور دردِ دل زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا جاتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے کہ مومن عاشق کی طرف سے محبتِ الٰہی میں پورا استغراق ہو۔ عشقِ کمال ہو۔ محبت میں سچا جوش اور عہدِ عشق میں ثابت قدمی ایسی کوٹ کوٹ کے بھری ہو کہ جس کو کوئی صدمہ جنبش میں نہ لا سکے گو معشوق کی طرف سے کبھی کبھی بے پرواہی اور خاموشی ہو۔ درد دو قسم کا موجود ہو۔ ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد ہو۔ دوسرا وہ جو کسی مصیبت پر دل میں درد اُٹھے اور خیر خواہی کے لئے اضطراب پیدا ہو اور اس کی اعانت کے لئے بے چینی پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت کے لئے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے وہ انسان کو بشریت سے الگ کر کے الوہیت کے سایہ میں لا ڈالتا ہے۔ جب تک اس حد تک درد اور عشق نہ پہنچ جائے کہ جس میں غیر اللہ سے محویت حاصل ہو جائے اس وقت تک انسان خطرات میں پڑا رہتا ہے۔ ان خطرات کا استیصال بغیر اس امر کے مشکل ہوتا ہے کہ انسان غیر اللہ سے بکلی منقطع ہو کر اسی کا ہو جائے اور اس کی رضا میں داخل ہونا بھی محال ہوتا ہے اور اس کی مخلوق کے لئے ایسا درد ہونا چاہیئے جس طرح ایک نہایت ہی مہربان والدہ اپنے ناتواں پیارے بچے کے لئے دل میں سچا جوشِ محبت رکھتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم ص ۴۱، ص ۴۲)

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۷ فتح ۱۳۴۸ ہش

انسانی حقوق

یو۔این۔او کا ادارہ ہر سال انسانی حقوق کا عالمی منشور شائع کرتا ہے اور اقوامِ متحدہ میں اس کی تشہیر کا وسیع پیمانہ پر انتظام بھی کرتا ہے اس سال بھی ادارہ نے انسانی عالمی حقوق کا دن منایا ہے اور منشور متذکرہ بالا شائع کیا ہے جو ہم الفضل کی آئندہ اشاعت میں نقل کر رہے ہیں۔

کوشش کی گئی ہے کہ منشور میں پوری سوچ اور سمجھ کے ساتھ وہ تمام انسانی حقوق شامل کر دیئے جائیں جو تجربہ اور مشاہدہ سے دانشوروں کے نزدیک لازمی ہیں اور جن پر عمل کرنے سے دُنیا کے ہر ملک میں اندرونی اور بیرونی امن قائم ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا کی تمام اقوام اور افراد تہیّہ کر لیں کہ وہ اس منشور کو ضرور جامۂ عمل پہنائیں گے تو واقعی یہ دنیا دارالامان بن سکتی ہے اور ہر انسان آزادی سے اپنی قوتوں کو جو اللہ تعالےٰ نے اس کو ودیعت کی ہیں بجائے شر کے خیر کے لئے استعمال کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

بےشک انسانی عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ تمام انسان بنیادی حقوق میں برابر ہوں اور کسی کو کسی پر بطور انسان کے ترجیح نہ ہو مگر عمل میں انسان اصول کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ اکثر انسانوں میں نہ صرف انفرادی بناء پر بلکہ قبائلی سطح پر بھی ایک دوسرے پر فوقیت کا جذبہ کام کرتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کو تو انسانیت سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی آج بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ بھارت میں تو ہندوؤں نے ذات پات کا ایک نہایت جامد سلسلہ بنا ڈالا ہے اور اونچ نیچ جاتی کا ایک ایسا تصور پروان چڑھایا ہے کہ ایک ذات میں پیدائش ہو تو وہ دوسری ذات میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں میں اونچ جاتی کو دوج یعنی دوجنما کہا جاتا ہے اور شودروں کو معاشرہ میں ایسی حیثیت دے رکھی ہے کہ جو جانوروں کو بھی نہیں دی جاتی۔ تمام ترقی کے راستے ان پر بند ہیں۔ اور اگر کسی شودر کا سایہ بھی اونچ جاتی پر پڑ جائے تو ایک طرف تو دوجنما بھرسٹ ہو جاتا ہے اور بعض رسومات بجا لانے سے ہی پوتر ہوتا ہے تو دوسری طرف شودر کو جان سے مار دینے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ بھارتی دستور میں ذات پات کے امتیاز کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے آج بھی یہ امتیاز اسی قوت سے چلا جاتا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ روز ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں شودر کو جان سے مار دیا گیا کیونکہ اس نے کوئی مذہبی رسم ادا کی تھی۔ ان لوگوں کی جو شودر کہلاتے ہیں کوئی حیثیت معاشرہ میں نہیں ہے بلکہ ان کی حیثیت ان لوگوں کی سی ہے جن کو انگریزی میں اوٹ لاء (Out law) کہا جاتا ہے۔

اگرچہ یہودی نسل کے لوگ بھی اپنے آپ کو تمام انسانوں سے برتر سمجھتے ہیں تاہم ان میں چھوت چھات نہیں ہے۔ اسی طرح آج سفید اور کالے کا بڑا امتیاز ہے۔ یورپین جو امریکہ۔ افریقہ اور دیگر ممالک میں آباد ہو گئے ہیں اصل باشندوں کو معاشرہ میں نہایت پست مقام میں جگہ دیتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں تو اصل باشندوں اور یورپین میں علیحدگی کو قانونی درجہ دے دیا گیا ہوا ہے۔ مقامی افریقنوں کو بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے اور بغیر ٹکٹ کے وہ شہروں میں بھی نہیں آ جا سکتے۔ سفید اور کالے میں شادی پر قدغن لگا دیا گیا ہوا ہے اور قانوناً ایسے تعلق کو بھی جرم قرار دیا گیا ہے۔ امریکہ جیسے مہذب ملک میں قانوناً گو حبشی اور سفید لوگ برابر قرار دیئے گئے ہیں لیکن عملاً نسلی امتیاز رکھا جاتا ہے۔ اور آئے دن وہاں سفیدوں اور حبشیوں میں تصادم ہوتا رہتا ہے۔

یورپین اقوام میں انگریز کو بڑا وسیع الخیال سمجھا جاتا ہے مگر وہاں بھی نسلی امتیاز اور رنگ کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے۔ غیر یورپینوں کے محلّے اور بستیاں سفیدوں سے علیحدہ ہیں۔ اور اب تو وہاں بھی امریکہ کی طرح گورے اور کالے کے درمیان تصادم شروع ہو گئے ہیں۔ بہت سے انگریز تو اب کالوں کو اپنے ملک میں آنے کے ہی روادار نہیں ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یو۔این۔او کو انسانی حقوق کا عالمی منشور کیوں بنانا پڑا اور اس پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج تمام قوت یورپین اقوام کے ہاتھوں میں ہے اور یو۔این۔او کی انجمن بھی انہی کے اشاروں پر چلتی ہے۔ دانشوروں اور باضمیر لوگوں نے عالمی منشور تو انسانی حقوق کا بنوا لیا ہے مگر حالت یہ ہے کہ یہی بڑی اقوام عملاً انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہی ہیں۔ اور جو قانون وہ یو۔این۔او میں خود بناتی ہیں خود اس کو توڑنے میں سب سے آگے ہیں۔

(باقی)

رات دِن گیت ترا گاتا ہوں
خون میں اِس طرح گرماتا ہوں
ہے مرا کھیل فقط تیرا کھیل
گُم تُجھے کرتا تُجھے پاتا ہوں

غیروں نے پُکارا لا الٰہ اور مَیں نے پُکارا الّا اللہ
ان کو ہے غرورِ زور و دغا ہے میرا سہارا الّا اللہ
بارود اکٹھی کر لی ہے باطل نے بُتانِ باطل کی
اس سب کو اُڑانے کو کافی ہے ایک "شرارہ" الّا اللہ

تنویر

ہر صاحبِ استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ وہ اخبار الفضل خود خرید کر پڑھے

24

خطبہ عید الفطر

ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نفس سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ وہ کیوں یہ عید منا رہا ہے

حقیقی عید منانا چاہتے ہو تو کوشش کرو کہ تمہیں خدا مل جائے تمہیں قومی ترقیات حاصل ہوں اور تمہیں اخلاقی برتری میسر آجائے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمودہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۹ء بمقام کوئٹہ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

عید ایک ایسی چیز ہے

جس کو ساری ہی قومیں مناتی ہیں۔ کوئی اس کا نام تہوار رکھ لیتا ہے کوئی عید کہہ دیتا ہے اور کوئی کرسمس ڈے کے نام سے اسے یاد کر لیتا ہے۔ بہرحال دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں عید نہیں منائی جاتی۔ ہر قوم کسی نہ کسی طرح عید مناتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کا جذبہ فطرت انسانی میں رکھا گیا ہے۔ اگر یہ جذبہ فطرت میں نہ رکھا ہوتا تو ہر جگہ اور ہر قوم میں عید کیوں منائی جاتی۔ سینکڑوں اور ہزاروں سال تک بنی نوع انسان آپس میں جدا جدا رہے۔ امریکہ والے دنیا کے دوسرے لوگوں سے اس وقت تک نہیں مل سکے۔ جب تک کہ کولمبس نے سے دریافت نہ کر لیا۔ آسٹریلیا والے بھی ایک وقت تک دوسرے لوگوں سے نہ مل سکے۔ مگر باوجود اس کے

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے

کہ ان کے پرانے باشندوں میں بھی عید کی رسم پائی جاتی تھی۔ اسی طرح افریقہ کے پرانے باشندوں میں بھی بعض تہوار پائے جاتے ہیں۔ غرض عید کے موجبات خواہ مختلف ہوں اس کا وجود ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کا تعلق فطرت کے ساتھ ہے۔ اسلام نے بھی سال میں دو عیدیں رکھی ہیں جن میں سے ایک کا نام عید الفطر ہے اور دوسری کا نام عید الاضحیہ ان کے علاوہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کو بھی مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے۔ گویا اسلام دوسری قوموں اور مذاہب سے عید کے لحاظ سے بھی بڑھ کر ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ

عید کہتے کس کو ہیں؟

آخر کوئی وجہ بھی ہے جس کی وجہ سے ہر قوم اور ہر مذہب میں عید رکھی گئی ہے۔ عید اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسان اگر ہمیشہ رنج کی طرف ہی دیکھتا رہے تو اس کے قویٰ مضمحل ہو جائیں۔ کبھی کبھی اس کی نظر اپنے اعلیٰ مقاصد اور کامیابیوں کی طرف بھی جانی چاہیئے۔ اگر وہ اپنی کامیابیوں کو یاد کرتا رہے۔ اور اپنے مقاصد کو سامنے رکھے تو اس کا حوصلہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور اس طرح قوم مرنے نہیں پائے گی۔ اگر عید نہ منائی جائے۔ یا عید منائی تو جائے۔ لیکن اسکے موجبات نہ ہوں۔ صرف روایت ہی روایت ہو تو قوم مردہ ہو جاتی ہے۔

اس کی روح مر جاتی ہے

اور تصویر ہی تصویر باقی رہ جاتی ہے۔ مثلاً خاکروب ہیں۔ ان میں بھی ایسی روایات پائی جاتی ہیں۔ کہ ان کے باپ دادا بادشاہ تھے۔ سانسی قوم میں بھی ایسی روایات پائی جاتی ہیں اور اسی وجہ سے وہ جوتی نہیں پہنتے۔ ان میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جب انہیں دوبارہ بادشاہت ملے گی۔ تب وہ جوتی پہنیں گے۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ان قوموں میں کسی زمانہ میں بادشاہت پائی جاتی تھی۔ ہندوستان میں آرین قوم کے آنے سے پہلے ڈرے ویڈین DRAVADIAN قوم بستی تھی۔ اور ممکن ہے سانسی اسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن انہوں نے صرف روایت ہی روایت یاد رکھی

عملی طور پر کچھ نہ کیا

اس لئے یہ چیز صرف ایک نقش بن کر رہ گئی۔ آخر بادشاہت آسمان سے نہیں آیا کرتی بلکہ عمل کے نتیجہ میں ملا کرتی ہے مگر ان میں ہمیں کوئی عمل نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی انہوں نے بادشاہت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ قوم مردہ ہے زندہ نہیں۔ پس کامیابیوں کو یاد رکھنا بے شک مفید ہے بشرطیکہ

موجبات اور محرکات

بھی پائے جاتے ہوں۔ لیکن اگر موجبات اور محرکات نہ پائے جائیں اور ان کے نظر آنے پر خون میں گرمی پیدا نہ ہو۔ اور مردہ رگوں میں زندگی کی ایک لہر نہ دوڑ جائے تو سمجھ لو کہ وہ قوم مردہ ہے زندہ نہیں۔ وہ محض ایک تصویر ہے اس میں حقیقت نہیں پائی جاتی۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہماری عیدوں کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہماری عید کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد پائی جاتی ہے۔ تو وہ ہمارے لئے موجب برکات ہے اور اگر اسکے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد نہیں پائی جاتی تو پھر ہر عید جو آئے گی۔ ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مردہ بنا دے گی۔ کیونکہ جو کام نقل کے طور پر کیا جاتا ہے وہ کرنے والے کے دل پر زنگ لگا دیتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنے کسی عزیز کو یا دوست کو دیکھ کر بناوٹی طور پر رونے لگ جائے تو وہ ایک دفعہ تو بناوٹی طور پر روئے گا۔ لیکن دوسری دفعہ باوجود اس کے کہ وہ بناوٹی طور پر رو رہا ہوگا اس کی آنکھوں سے آنسو بھی بہنے لگ جائیں گے۔ لیکن ایکٹر اور ایکٹریس جو روتی ہیں تو ان کے اندر اس سے غم پیدا نہیں ہوتا۔ ان کا رونا بھی مصنوعی ہوتا ہے۔ اس کا بھی رونا مصنوعی ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں

یہ فرق ہوتا ہے

کہ ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو رونے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اور اسے عادت نہیں۔ اس لئے بعض اوقات اگر بناوٹ کے طور پر بھی وہ غم کی حالت کو اپنے اوپر وارد کرتا ہے تو سچ مچ رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر عیدیں آئیں۔ اور ان کے موجبات اور محرکات ہمارے اندر گرمی پیدا نہ کریں۔ ہمارے اندر زندگی کی ایک لہر نہ دوڑ جائے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا ہر عید ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مردہ بنا کر چلی جائے گی

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے

کہ عید تین وجوہات کی بناء پر منائی جاتی ہے۔ اوّل انسان کو اس کا محبوب یعنی خدا مل جائے۔ جب اسے خدا مل جائے گا تو اس کی عید حقیقی معنوں میں عید ہوگی۔ لیکن اگر اسے خدا نہیں ملتا تو پھر عید کیسی۔ درحقیقت اگر اسلام کے شروع زمانہ میں عید تھی تو صرف مسلمانوں کی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیت بھی خدا تعالیٰ کی قائل تھی۔ ہندو بھی خدا تعالیٰ کے قائل تھے مگر کوئی ایسا گروہ نہیں پایا جاتا جو یہ کہتا ہو کہ

ہمیں خدا مل گیا ہے

اگر کوئی ایسی جماعت تھی جو اس بات کی دعویدار تھی کہ ہمیں خدا تعالیٰ مل گیا ہے تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔

پس جس شخص کو اس کا محبوب مل جائے اسکی عید بن جاتی ہے۔ غالب کہتا ہے اصل خوشی اس شخص کی ہے جس کے بازو پر اس کے محبوب نے سر رکھ دیا ہو۔ پس اصل خوشی اسی شخص کی ہے۔ جس نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہو اور اس سے باتیں کی ہوں۔ حضرت مسیح

کی عادت تھی۔ آپ اپنی نوٹ بک میں مختلف نوٹ لکھ دیتے تھے۔ اور بعد میں جب موقعہ ملتا انہیں مضمون کی صورت میں بدل دیتے۔ جب میں نے ہوش سنبھالا میں ایسے نوٹوں کی تلاش میں رہتا جو کسی کتاب یا اخبار میں چھپے نہ ہوں۔ اور اگر کوئی غیر مطبوعہ نوٹ مل جاتا تو اسے تشحیذ الاذہان میں شائع کر دیتا۔ ایک دن میں آپ کی نوٹ بک سے کوئی

غیر مطبوعہ نوٹ

تلاش کر رہا تھا کہ میں نے ایک جگہ پر لکھا ہوا پایا کہ دنیا مجھے ڈراتی ہے۔ دشمن مجھے دھمکیاں دیتا ہے۔ وہ مجھے خائف کرنا چاہتا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ وہ کس طرح یہ سمجھتا ہے کہ اپنے منصوبوں اور خوف دلانے میں وہ کامیاب ہو جائیگا آخر کسی میں ڈرنے کا مادہ ہو تو وہ ڈرتا ہے۔ لیکن میں تو جب تکیہ پر سر رکھتا ہوں خدا تعالےٰ میرے پاس آ جاتا ہے اور کہتا ہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اگر خدا تعالےٰ خود آکر مجھے کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں تو کیا مخالفوں سے میں ڈر جاؤں گا۔ پس جس کے ساتھ خدا تعالےٰ ہوتا ہے کسی اور شخص میں یہ طاقت ہی نہیں ہوتی کہ اسے نقصان پہنچا سکے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال

ہمارے سامنے ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں جا چھپے۔ دشمن کھوجیوں کو ہمراہ لئے آپ کی تلاش میں اس غار پر جا پہنچے۔ غارِ ثور جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے کوئی چھوٹی سی غار نہیں بلکہ ڈیڑھ گز لمبی اور اتنی ہی چوڑی جگہ ہے۔ اس میں ۲۴-۲۵ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ اتنی بڑی جگہ میں بھلا چھپنا کونسا مشکل تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس غار کے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ غار کے منہ پر آکر کھوجیوں نے کہا کہ اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) زمین پر موجود ہے تو پھر اسی غار میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت گھبرا گئے اور آپ نے خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو دشمن آپ کو دیکھ لے اور دکھ پہنچائے اور آپ کا رنگ فق ہو گیا۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے فرمایا

لا تحزن ان اللہ معنا

ابوبکر تم گھبراتے کیوں ہو خدا تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ایسے موقعہ پر آپ کا

یقین اور وثوق

اس بات کا ثبوت تھا کہ خدا تعالےٰ آپ کے ساتھ ہے ...

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ جو خدا تعالےٰ کا ہو جاتا ہے۔ اگر دشمن اس پر کوئی مصیبت لانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ تو وہ عارضی ہوتی ہے۔ غرض ایک عید اس شخص کی ہوتی ہے جسے اس کا محبوب یعنی خدا تعالےٰ مل جائے۔ اور یہ وہ حقیقی عید تھی جو صحابہؓ کو حاصل تھی۔ اسی طرح یہ عید

خلفائے راشدین کے زمانہ میں

اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک چلی گئی۔ لیکن پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ خدا تعالےٰ کا ملنا تو الگ رہا۔ مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ خدا تعالےٰ مل ہی نہیں سکتا۔ اور وہ کسی سے کلام نہیں کرتا۔ حالانکہ خدا تعالےٰ اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور ان کی ہر کام میں مدد اور نصرت کرتا ہے۔ مجھے اپنی ذات کا تجربہ ہے۔ مجھے ایک دفعہ کوئی تکلیف پہنچی۔ اس وقت میں نے اپنی دعا میں زور پیدا کرنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ جب تک میری وہ تکلیف دور نہ ہوگی میں زمین پر سویا کروں گا۔

ہمارے صوفیا میں

یہ چیز پائی جاتی ہے۔ اسی طرح عیسائیوں میں بھی یہ چیز پائی جاتی تھی کہ کسی طرح اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالکر خدا کے رحم کو کھینچا جائے۔ بہرحال میں نے ارادہ کیا کہ جب تک میری وہ تکلیف دور نہ ہوگی۔ میں زمین پر سویا کروں گا۔ جب پہلے دن میں زمین پر سویا تو میری آنکھ ابھی لگی ہی تھی کہ خدا تعالےٰ کی ایک صفت انسان کی شکل میں متشکل ہو کر میرے سامنے آ گئی۔ اسکے ہاتھ میں تازہ ملائم اور نرم نرم سبز چھڑی تھی۔ اور جس طرح کوئی بناوٹی غصہ سے چہرہ کی شکل بناتا ہے۔ ویسی ہی شکل بنا کر اس نے چھڑی اٹھائی۔ اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا محمود چارپائی پر سوتا ہے یا نہیں مجھے یاد نہیں کہ وہ چھڑی مجھے لگی یا نہیں۔ لیکن میں نے اسی وقت چارپائی پر کود کر جانے کی کوشش کی۔ اور

جب میری آنکھ کھلی

میں چارپائی پر تھا۔

غرض اب بھی خدا تعالےٰ اپنے نیک بندوں سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اسے اس بات سے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ کیوں اس کے بندے نے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا۔ اور کیوں اس نے یہ خیال کر لیا کہ جب تک وہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہیں ڈالے گا میں اس کی بات نہیں مانوں گا۔ بہرحال اس واقعہ کے بعد میری طبیعت پر جو بوجھ تھا وہ ختم ہو گیا اور جو تکلیف تھی وہ بھی کچھ وقت کے بعد دور ہو گئی۔ لیکن جب تک وہ تکلیف قائم رہی۔ اس نے میری طبیعت پر کچھ اثر نہ ڈالا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ جب خدا تعالےٰ نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ میں زمین پر سوؤں اور اپنی بات منوانے کے لئے اپنے نفس کو تکلیف میں ڈالوں تو وہ آئندہ بھی کس طرح پسند کرے گا۔ کہ مجھے کوئی تکلیف پہونچے۔ بہرحال ان وجوہات میں سے جن کی وجہ سے صحابہؓ عید منایا کرتے تھے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں ان کا محبوب یعنی خدا تعالےٰ مل گیا تھا۔

عید منانے کی دوسری وجہ

جو قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ فردی ترقی کے علاوہ قومی ترقیات بھی اس قدر مل رہی ہوں کہ جدھر بھی قوم منہ کرے۔ کامیابیاں اور کامرانیاں اس کے قدم چومے۔ صحابہؓ نے اتنی فتوحات حاصل کیں کہ جدھر بھی وہ منہ کرتے تھے۔ فتح و نصرت ان کے ساتھ رہتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ جنات ہیں۔ جدھر بھی منہ کرتے ہیں دنیا کو مطیع بناتے چلے جاتے ہیں۔ پہلی چیز روحانی اور فردی تھی۔ اور یہ مادی اور قومی تھی جس کی وجہ سے صحابہؓ عید منانے کے مستحق تھے۔

تیسری وجہ

عید منانے کی یہ ہوتی تھی کہ قومی اخلاق اس قدر بلند ہوں کہ لوگ کسی پر ظلم نہ کریں۔ اور ہر شخص یہ سمجھے کہ اسکے حقوق محفوظ ہیں۔ صحابہؓ اخلاقی لحاظ سے اتنے کمال پر تھے۔ کہ اس زمانہ میں ہر شخص کے حقوق محفوظ تھے۔ اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے۔ لیکن آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایک پیسہ پر بازار میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس وقت صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ ایک صحابی کے پاس ایک بدوی آیا۔ اور اس نے فروخت کرنے کے لئے اپنا گھوڑا پیش کیا۔ انہوں نے بدوی سے گھوڑے کی قیمت دریافت کی۔ اس نے ایک ہزار دینار بتائی۔ اس صحابی نے کہا میں گھوڑا تو خریدتا ہوں لیکن یہ قیمت ٹھیک نہیں۔ یہ گھوڑا دو ہزار دینار کا ہے۔ وہ بدوی تو دیہات کی قیمت بتا رہا تھا۔ اور وہ اپنی جگہ پر ٹھیک بتا رہا تھا۔ لیکن یہ صحابیؓ جانتے تھے کہ شہر میں آکر کسی چیز کی قیمت کتنی بڑھ جاتی ہے لیکن بدوی ایک ہزار دینار سے زیادہ قیمت لینے پر راضی نہ تھا۔ اور کہتا تھا میں حرام کیوں کھاؤں۔ اور وہ صحابی دو ہزار دینار سے کم قیمت دینے پر راضی نہ تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں حرام کیوں کھاؤں۔ جہاں یہ اخلاق ہوں۔ وہاں دوسرے کے حقوق مارے ہی کس طرح جا سکتے ہیں۔ اگر کسی قوم کے

اخلاق اس درجہ تک پہنچ جائیں

تو اس میں مزدوروں وغیرہ کے جھگڑے کیوں ہوں۔ اور ظلم کی آواز کیوں بلند ہو۔ بہرحال یہ تیسری وجہ تھی جس کی وجہ سے صحابہؓ عید منانے کے حقدار تھے۔ اور ان کی عید حقیقی عید تھی۔ اس وقت کے ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ کے لوگوں میں بھی یہ نظارے اس قدر نظر آتے ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ ... جس قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں کہ جن کو خدا مل گیا ہو۔ جس قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں جنہوں نے نہ صرف انفرادی اور روحانی ترقیات حاصل کی ہوں بلکہ قومی ترقیات بھی حاصل کی ہوں اور جس طرف وہ منہ کرتے ہوں کامیابیاں اور فتوحات ان کے قدم چومتی ہوں۔ جس قوم میں ایسے بلند اخلاق پائے جاتے ہوں کہ ان کے زمانہ میں کسی کو اپنا حق مارے جانے کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔ وہ قوم مستحق ہے حقیقی عید منانے کی۔ وہ قوم مستحق ہے حقیقی خوشیاں منانے کی۔ کیا دنیا میں اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس لئے عید مناتے تھے کہ آپ کا محبوب یعنی خدا تعالےٰ آپ کو مل گیا۔ اور مسلمان عید اس لئے مناتے تھے کہ ان کے آقا کی جائداد انہیں مل گئی۔ اور اس کی حکومت دنیا میں قائم ہو گئی۔ لیکن

سوال یہ ہے

کہ آج ایک مسلمان کیوں عید مناتا ہے۔ کیا وہ اس لئے عید مناتا ہے کہ اس کے باپ دادا کی جائداد ایک ایک کر کے اسکے ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کی اپنی روحانی جائداد ایک ایک کر کے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ عدل و انصاف اس میں باقی نہیں رہا آخر وہ کونسی چیز ہے جس پر خوش ہو کر وہ عید مناتا ہے۔ کیا وہ نئے کپڑے بدلنے یا طرح طرح کے کھانے کھانے پر خوش ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ عید پہلے زمانہ میں انعام تھی۔ لیکن اب تازیانہ ہے۔ اور ہر عید جو آتی ہے۔ وہ ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ بولو تم عید کیوں منا رہے ہو۔ ہم بے شک ظاہر میں عید مناتے ہیں لیکن اسکے موجبات اور محرکات

ہم میں موجود نہیں۔

آج تبلیغ کا میدان خالی ہے

مسلمان اگر چاہیں تو تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ آخر ہمارے نوجوان بھی تبلیغ کے لئے باہر جاتے ہیں۔ وہ بھی جا سکتے ہیں۔ اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے اسلام کی تعلیم کو صحیح طور پر پیش کریں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی قربانیوں کو لوگوں کے سامنے لائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کا معتدبہ حصہ اسلام میں داخل نہ ہو جائے اور جو لوگ یہ کام نہیں کر سکتے وہ مالی قربانیاں کریں۔ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم راتوں کو دل کاکس (Cockcrow) کی طرح رو تو چھوڑا کریں کہ اے اللہ میں کمزور ہوں، نہ تیری راہ میں تکلیف اٹھا سکتا ہوں اور نہ مالی قربانیاں پیش کر سکتا ہوں مجھ میں تو طاقت نہیں۔ تجھ میں سب طاقتیں پائی جاتی ہیں تو ہی

اسلام کو فتح دے

تو ہی اسلام کو وہ غلبہ عطا کر جو اسے پہلے حاصل تھا۔ اگر وہ خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گر کر چند آنسو بھی نہیں بہا سکتے تو ان کی عید بالکل بے معنی عید ہے۔ درحقیقت آج کل کی عید ایک تازیانہ بن کر آتی ہے۔ اور ہم سے کہتی ہے بولو تم کس چیز کی بنا پر عید منا رہے ہو۔ ہم ایک طرف اس بات کے دعویدار ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سردار ہیں۔ اور دوسری طرف ہم آپ کی سرداری کو چھنتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ہر جگہ آپ کا دین مظلوم ہے۔ مگر ہم بے فکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر ہم کس چیز کی عید منا رہے ہیں۔ یہ ایک سوال ہے جو

ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نفس سے پوچھنا چاہیئے

اگر واقعہ میں ہم میں جانی اور مالی قربانی کی روح پائی جاتی ہے۔ اگر ہم خدا تعالےٰ کے سامنے رو رو کر اسکی مدد طلب کرتے ہیں تو واقعی ہماری عید عید ہے۔ اور ہم اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنکھ اٹھانے کے قابل ہیں۔ ورنہ

ہماری عید

کچھ بھی نہیں بلکہ ہر عید ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مردہ بنا دے گی۔

عید الفطر کے ضروری مسائل

(۱)

عید ایک انعام ہے جو رمضان المبارک کے اختتام پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے مومن بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے پاک بندے اس ماہ نیکی و دیانت کی توفیق پانے پر خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں اور اسلامی روح کے مطابق اسکے اظہار کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاتے ہیں اور نفل ادا کرتے ہیں

(۲)

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے قبل ضرور کچھ نہ کچھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کھجوریں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ جو تعداد میں طاق ہوا کرتی تھیں۔

بے شک اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اس موقعہ پر صرف کھجوریں ہی کھائی جائیں اور وہ بھی طاق تعداد میں اور اس کے علاوہ کوئی اور چیز استعمال نہ کی جائے لیکن اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں حضور کے اس عمل کی لفظاً لفظاً بھی پیروی کرے اور عام اشیاء کے علاوہ خاص طور پر کھجوریں ہی استعمال کرے تو یقیناً یہ چیز بھی عشق اور محبت کی ایک دلیل ہوگی۔

(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا۔ کہ آپؐ کھلے میدان میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور دور تک پیدل جایا کرتے تھے۔ اور پھر جس راستہ سے تشریف لے جاتے تھے۔ آتے وقت کوئی اور راستہ اختیار فرماتے۔

اسی طرح آپؐ کا اور آپؐ کے صحابہؓ کا طریق تھا کہ عید کی نماز کو جاتے وقت راستہ میں بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھتے جاتے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ
اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ
الْحَمْدُ۔

(۴)

عورتوں کو بھی ایسے اجتماعات میں ضرور لے کر جانا چاہیئے۔ اس طرح نہ صرف عورتوں کی تربیت مقصود ہے بلکہ ایک غرض یہ بھی ہے کہ اسلامی سوسائٹی کے تمام افراد زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو کر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں اور اس کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ جذب کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

(۵)

عید اور اسی قسم کے اجتماعات میں دوسروں کے آرام کا بہت خیال رکھنا چاہیئے۔ آتے جاتے وقت یا نماز کے وقت ہجوم میں کسی دوسرے کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو ایسی اشیاء جن سے کسی وقت بھی کسی دوسرے شخص کو کسی قسم کی تکلیف یا نقصان کا احتمال ہو ساتھ نہیں لے جانی چاہئیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ما یکرہ من حمل السلاح فی العید کا باب باندھ کر اسی طرف اشارہ فرما دیا ہے

(۶)

صدقۃ الفطر کے علاوہ بھی عید کے موقعہ پر صدقہ و خیرات کرنی چاہیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلقین فرمائی ہے۔ عید کے موقعہ پر ایک دفعہ آپ نے عورتوں میں خاص طور پر چندہ کی تحریک فرمائی تو عورتوں نے اپنے زیور اتار کر حضرت بلالؓ کی چادر بھر دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی غرض کے لئے عید فنڈ قائم فرمایا تھا جس میں جماعت کے ہر کمانے والے فرد کو کم از کم ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ادا کرنے کا ارشاد ہے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اب تک جماعت اسے ادا کرتی چلی آ رہی ہے۔ یہ رقم صدقۃ الفطر کے علاوہ ہوتی ہے اور مرکز میں بھجوائی جاتی ہے۔

(۷)

چونکہ یہ خوشی کا دن ہے اسلئے زائد عبادت کے علاوہ اگر اس دن اپنے اپنے ملک اور علاقہ کے رواج کے مطابق جس کی شریعت اجازت دیتی ہو خوشی کا کوئی اور طریق اختیار کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضورؐ کے زمانہ میں عید کے موقعہ پر بعض حبشیوں نے کتکے وغیرہ کے کھیلوں کا مظاہرہ کیا تو حضورؐ نے بھی اسے ملاحظہ فرمایا ہمارے ملک میں بھی کھیلوں اور دعوتوں وغیرہ کا رواج ہے۔

25

(۸)

عید الفطر کی نماز کا وقت سورج نکلنے سے کچھ دیر بعد سے لے کر زوال تک ہے۔ اس نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔ خطبہ شروع میں پڑھنے کی بجائے آخر میں پڑھا جاتا ہے چونکہ خطبہ بھی نماز کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے اسلئے مقتدیوں کو خطبہ سنے بغیر نہیں جانا چاہیئے۔

اس نماز کی دو رکعتیں ہوتی ہیں جن میں عام تکبیروں کے علاوہ بارہ تکبیریں زائد ہوتی ہیں۔ پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ جو ثناء اور تعوذ کے بعد اور قرأت سے قبل کہی جاتی ہے۔ ہر تکبیر پر ہاتھ کانوں یا کندھوں تک لا کر کھلے چھوڑ دینا چاہیئے (گو باندھ لینا بھی جائز ہے) اور آخری تکبیر پر ہاتھ باندھ لینا چاہیئے۔

(۹)

رسول کریم صلی اللہ وآلہ وسلم نے نماز عید کے لئے جاتے اور آتے وقت بلند آواز سے تکبیریں پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ

زَیِّنُوْا اَعْیَادَکُمْ بِالتَّکْبِیْرِ

یعنی اے مومنو! اپنی عیدوں کو تکبیروں سے مزین کرو۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

تحریک جدید کے بارے میں ایک اہم خطبہ

الفضل مورخہ ۱۲ فتح ۱۳۴۸ ہش (بمطابق ۱۲/۶۹ء) میں تحریک جدید کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کا ایک اہم خطبہ شائع ہوا ہے۔ احباب و صدر صاحبان کرام سے درخواست ہے کہ مذکورہ خطبہ اولین موقعہ پر جماعت کو سنانے کا اہتمام فرمایا جائے۔

(وکیل المال اول)
تحریک جدید

وصایا

ضروری نوٹ :- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز اور صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے قبل صرف اس لئے شائع کی جا رہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ دن کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

۲- ان وصایا کو نمبر دئے جا رہے ہیں۔ وہ ہرگز وصیت نمبر نہیں بلکہ یہ مسل نمبر ہیں وصیت نمبر صدر انجمن احمدیہ کی منظوری حاصل ہونے پر دئے جائیں گے۔

۳- وصیت کنندگان سیکرٹری صاحبان مال۔ سیکرٹری صاحبان وصایا۔ اس بات کو نوٹ فرمائیں۔ سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ

مسل نمبر ۱۹۷۹۶

میں رسول بی بی زوجہ راجہ عبد المجید صاحب قوم گکھڑ پیشہ خانہ داری عمر ۵۵ سال بیعت ۱۹۳۵ء ساکن جھکہ ضلع سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۸/۶۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

حق مہر وصول شدہ ---- ۲۵ روپے

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

اس وقت مجھے مبلغ ۱۰/- روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے۔ میں تا زیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ادا کرتی رہوں گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

الاستشہاد :- رسول بی بی ساکن جھکہ ڈاکخانہ بھیرہ۔ ضلع سرگودھا۔

گواہ شد :- محمد اکرم کارکن بہشتی مقبرہ

گواہ شد :- ظفر احمد بقلم خود ساکن جھکہ

مسل نمبر ۱۹۷۹۷

میں عبد المجید عارف ولد عبد الکریم صاحب قوم گل پیشہ دوکاندار عمر ۳۰ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ربوہ پیشہ دکاندار عمر ۳۰ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ضلع جھنگ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۹/۶۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔

۱- موٹر سائیکل مالیتی ---- ۳۵۰ روپے

۲- گھڑی مالیتی ---- ۳۰۰ "

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد :- عبد المجید عارف ولد عبد الکریم صاحب دار الرحمت غربی ربوہ گواہ شد :- صدیق احمد ربوہ منور شاہد ربوہ گواہ شد :- اور یس جرکارکن دفتر بہشتی مقبرہ

مسل نمبر ۱۹۷۹۸

میں مبارک احمد ولد ملک عبد المجید صاحب قوم راجپوت کھوکھر پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن پشاور یونیورسٹی ضلع پشاور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۹/۶۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ۲۰۰/- روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد :- مبارک احمد ملک معرفت ملک مسعود احمد انچارج ڈیری فارم پشاور یونیورسٹی پشاور گواہ شد :- محمد صدیق بشاہد مربی حال مقیم پشاور گواہ شد :- مسعود احمد پشاور یونیورسٹی پشاور

درخواست ہائے دعا

۱- میری والدہ محترمہ بیگم اہلیہ سید عبد الکریم صاحب عرصہ دراز سے دماغی عارضہ میں مبتلا ہیں۔ پچھلے چھ مہینے سے زیادہ بیمار ہیں۔ میرے نانا جان سید محمود اصغر صاحب مونگھیری بہت بیمار ہیں۔ تمام احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ اور نانا جان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

(حنیفہ قمر بنت سید عبد الکریم صاحب سعود آباد کالونی کراچی نمبر ۲)

۲- میرے والد محترم حکیم مولوی فضل الدین قریشی جو حکیم محمد الدین صاحب (مرحوم) سابق امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ آجکل سخت بیمار ہیں اور کمزوری بہت ہوگئی ہے۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے دعا فرماویں۔ (غلام رسول موضع ترگڑی۔ ضلع گوجرانوالہ)

۳- خاکسار کے دونوں کان بند ہوئے چار سال ہو چکے ہیں۔ اونچا بھی سنائی نہیں دیتا۔ ڈاکٹروں کے نزدیک یہ مرض لاعلاج ہے۔ بزرگان سلسلہ سے التجا ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ معجزانہ رنگ میں مجھے میری قوت سماعت عطا فرمائے"۔

(محمد اکرم شاہد چک نمبر ۲ مٹھن آباد ضلع گجرات براستہ ملکوال)

۴- خاکسار کے بھتیجے کرامت اللہ میرزا نے ایم اے ہسٹری کا امتحان دیا ہوا ہے۔ اعلیٰ نمبروں پر کامیابی کے لئے درخواست دعا ہے۔

(خاکسار محمد شریف ریٹائرڈ۔ لائلپور)

۵- میرا چھوٹا بھائی فضل احمد افضل۔ (ایم ایس سی اٹامک انرجی سینٹر لاہور) جو کہ آسٹریلیا میں P.H.D کر رہا ہے) چند دن کی رخصت پر پاکستان آ رہا ہے۔ جبکہ اسکے بچے اور بیوی آسٹریلیا میں ہی رہیں گے۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بال بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔ برادرم بخیریت پاکستان آئے۔ رخصت کے بعد واپس جائے۔ اور پھر نمایاں کامیابی کے بعد بمعہ بال بچوں کے بخیریت پاکستان واپس آئے۔ (غلام احمد میاں۔ زعیم انصار اللہ کینال کالونی سٹینوگراف محکمہ انہار لائلپور)

۶- ہمارے مخلص احمدی بھائی چوہدری محمد اسحاق صاحب غلہ منڈی گوجرہ کے لئے احباب دعا فرمائیں کہ قادر و توانا اپنے فضل و کرم سے چوہدری صاحب موصوف کو اولاد نرینہ سے نوازے اور ان کی بعض خاندانی پریشانیوں کو دور فرمائے۔

(احسن اسمٰعیل صدیقی لائبریرین۔ گوجرہ)

دعائے مغفرت

میری والدہ محترمہ بخت بھری مورخہ ۱۷/۱۱/۶۹ بمطابق ۱۷ رمضان المبارک جھنگ شہر میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کو اگلے دن یعنی ۱۸ نومبر کو بعد نماز جنازہ جو مولوی احمد دین صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت جھنگ صدر نے پڑھائی مقامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ میرے والد مرحوم میاں جیوں صاحب سابق پریذیڈنٹ جماعت جھنگ شہر نے ۱۹۳۴ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ والدہ مرحومہ نے بعض لواحقین کے اکسانے پر شدید مخالفت کی۔ تقریباً دو سال کی تبلیغ کے بعد ۱۹۳۶ء میں والد مرحوم نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ خود قادیان جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ وہاں پہنچ کر ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ حق نے اثر کیا اور حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے لوٹیں واپسی پر ان کا تاثر یہ تھا کہ اگر روئے زمین پر اسلام ہے تو احمدیت ہے۔ مرحومہ نہایت نیک اور مخلصہ خاتون تھیں۔ خود بھی پابند صوم و صلوٰۃ تھیں اور دوسروں کو بھی یہی تلقین فرمایا کرتی تھیں۔ جملہ احباب جماعت و بزرگان سلسلہ دعا کریں کہ خداوند کریم جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

(مرید احمد اسسٹنٹ پے آفیسر دفتر ریوے پولیس۔ میکلوڈ روڈ۔ لاہور)

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

تاریخ احمدیت کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے جملہ حصص طلب فرمائیں۔ ادارۃ المصنفین ربوہ

معتکفین و معتکفات

امسال بھی گزشتہ سال کی طرح رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تیس مرد اور بیس مستورات کو حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے مطابق اعتکاف کی اجازت دی گئی ہے۔

۲۔ ربوہ کی دوسری ۱۵ مساجد میں ۵۶ مرد و مستورات اعتکاف بیٹھے ہیں اس طرح کل تعداد ۱۰۶ ہے۔

۳۔ مسجد مبارک کے معتکفین کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے مولوی بشارت احمد بشیر کو امیر مقرر فرمایا۔

(ناظر اصلاح و ارشاد۔ ربوہ)

ضرورت اساتذہ

تعلیم الاسلام کالج کے شعبہ سائنس کے لئے چار اساتذہ کی ضرورت ہے امیدوار فوری طور پر درخواست دیں۔ عمدہ قابلیت اور تجربہ رکھنے والے اساتذہ کو چار سو روپیہ تک دی جا سکتی ہیں۔

(پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

مجلس انصار اللہ کے دو لازمی چندہ جات

مجلس انصار اللہ کے اراکین پر تین چندے لازم ہیں۔ چندہ مجلس کی طرف خدا کے فضل سے اکثر اراکین کی توجہ ہے لیکن چندہ اشاعت لٹریچر اور چندہ سالانہ اجتماع چونکہ سال میں ایک دفعہ ایک ایک روپیہ فی رکن کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے اسکی ادائیگی میں سستی ہو جاتی ہے زعماء سے گزارش ہے کہ وہ ان چندہ جات کی وصولی کی طرف بھی پوری توجہ کریں۔ شرح چندہ اتنی تھوڑی ہے کہ اگر اس میں غفلت ہو اور بجٹ پورا نہ ہو تو مرکز کے کاموں میں دشواری پیش آنی ضروری ہے۔ ۳۰ دسمبر سے پہلے پہلے اپنے اراکین کی تعداد کے مطابق وصولی کر کے رقوم مرکز میں بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

اعلانِ نکاح

مورخہ ۲۸ نومبر بروز جمعۃ المبارک مولوی عبد المالک صاحب مربی سلسلہ کراچی نے عزیزم محمد رشید بی اے ایل ایل بی۔ ابن محمد حنیف ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ ملٹری ڈیری فارمز کا نکاح عزیزہ طاہرہ جبیں بنت حافظ عبد الغفور صاحب مولوی فاضل سابق مبلغ جاپان کے ساتھ بعوض پانچ ہزار روپے حق مہر مسجد احمدیہ کراچی میں پڑھا۔ احباب جماعت رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

ولادت

عزیزم سید منصور احمد بشیر شاہد واقف زندگی انچارج احمدیہ مشن بجو (سیرالیون) کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۲۱/۲ نومبر کی درمیانی شب بچی عطا فرمائی ہے۔ نومولودہ مکرم مولوی نذیر احمد صاحب فاضل درویش اکبر مولوی نور الحق صاحب انور کی نواسی ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچی کا نام منصورہ تجویز فرمایا ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ بچی کو نیک عمر والی خادمہ دین بنا کر والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

(محمد اقبال حسین ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر دارالعلوم غربی۔ ربوہ)

حج بیت اللہ

انگریزی زبان میں ایک عمدہ تصنیف

از محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

مخدوم و محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے حال ہی میں ایک کتاب حج کے موضوع پر انگریزی زبان میں تصنیف فرمائی ہے اس کی تمہید ان خطبات کا خلاصہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے کعبہ شریف کے مقاصد عالیہ کے موضوع پر ۶۷ء میں ارشاد فرمائے تھے علاوہ حج کے مسائل اور فلسفہ کے ذاتی مشاہدات کی بنا پر جو تفصیلات آپ نے قلمبند فرمائی ہیں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں انگریزی دان طبقہ کے لئے بالخصوص اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہوگا بلکہ تبلیغی لحاظ سے اس کی تقسیم بھی مفید ہوگی۔ اس کا ہدیہ کتاب کی ضخامت اور طباعت کے لحاظ سے بہت ہی واجبی تجویز کیا گیا ہے۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ سے یہ کتاب پانچ روپے میں مل سکے گی۔ بہت محدود تعداد میں اس کتاب کے انگلستان سے منگوانے کا انتظام کیا جا رہا ہے اس لئے جن دوستوں کو درکار ہو وہ فوری طور پر مطلع فرما دیں تا ایسے دوستوں کے نام ریکارڈ کر لئے جائیں۔ اور جلسہ کے ایام میں ایسے احباب یہ کتاب حاصل کر سکیں۔

خاکسار ظہور احمد باجوہ مینیجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

کتاب

اسلام کا اقتصادی نظام

جس میں سوشلزم کیپٹلزم اور اسلامی نظام کا مقابلہ کر کے اسلامی نظام کی فوقیت ظاہر کی گئی ہے کارڈ آنے پر مفت۔ پتہ صاف لکھیں،

محمود احمد قمر ایڈووکیٹ سمن آباد لائل پور

ضروری اعلان

بل ماہ نومبر ۶۹ء ایجنٹ صاحبان کی خدمت میں بھجوا دیئے گئے ہیں ان بلوں کی رقم ۱۰ دسمبر تک دفتر ہذا میں پہنچ جانی چاہیئے، بصورت دیگر ان کے بنڈلوں کی ترسیل روک دی جائے گی۔ (مینیجر)

حب اٹھرا رجسٹرڈ

فی خوراک ۲ روپیہ مکمل کورس ۲۰/-

حب مسان

بچوں کے سوکھے کا کامیاب علاج ۳/-

بچوں کی چونڈی

دست روکنے کی بہترین دوا۔ فی شیشی ۲/-

مفید النساء

ایام کی باقاعدگی کی مجرب دوا ۵/-

حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

فاؤنٹین پن کے لئے چائنا سٹار انک ربوہ کے ہر جنرل مرچنٹ سے مل سکتی ہے

دُنیا کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں ترتیب اور حکمت نہ ہو اور جس کا دوسری چیزوں سے جوڑ نہ ہو

ایسی محکم اور ابلغ ترتیب اور حکمت کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ یہ سارے کا سارا نظام اتفاقی ہے

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کی ایک زبردست دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم کلی علم کے طور پر ہے اور جب تک جزئیات کا علم نہ ہو اس وقت تک کلی علم حاصل نہیں ہو سکتا ہم خدا تعالیٰ تک اس کی مخلوقات کے ذریعے سے پہنچتے ہیں۔ اور پھر اس میں بھی تکمیل کے بعد تکمیل اور وسعت کے بعد وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک چیز کے علم کے بعد دوسری چیز کا علم حاصل ہوتا ہے اور دوسری چیز کے بعد تیسری چیز کا اور تیسری کے بعد چوتھی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ مخلوق کی جزئیات کا علم ہوتے ہوتے انسان خدا تعالیٰ تک معرفت پیدا کرتا جاتا ہے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان بھی اگر غور کرے تو اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کی دلیل موجود ہے جیسے ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا کہ تم خدا کو کیوں مانتے ہو تو وہ ہنس پڑا کہ میں اتنا پاگل تو نہیں ہوں کہ خدا کو بھی نہ پہچان سکوں بکریوں کی مینگنیاں راستہ میں پڑی ہوئی ہوتی ہیں تو میں ان کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہوں کہ یہاں سے بکری گزری ہے، اونٹ کا پاخانہ پڑا ہوا ہو تو اسے دیکھ کر میں سمجھ لیتا ہوں کہ ادھر سے اونٹ گزرا ہے۔ تو کیا اتنی وسیع دنیا کو دیکھ کر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک خدا موجود ہے جو اس ساری دُنیا کا خالق اور اس نظام کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ ایک بسیط علم ہے جس پر فلسفیوں نے اعتراض کیا ہے کہ آخر اتفاقات بھی تو ہوتے ہیں۔ اس لئے خالی زمین و آسمان کی پیدائش اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ ان کا کوئی خالق ہے بعض چیزیں اتفاقاً بھی ہو جاتی ہیں اور تمام لوگ کہتے ہیں کہ یہ اتفاقی بات ہے قرآن مجید نے فلسفیوں اور مفکرین یورپ کے اس اعتراض کی تردید میں یہ دلیل دی ہے کہ خالی اس دنیا کا وجود بے شک خدا تعالیٰ کے خالق ہونے کی مکمل دلیل نہیں اور تم اس کو اتفاقی کہہ سکتے تھے مگر اس تمام عالم میں ایک ترتیب کا پایا جانا اور ہر چیز کا دوسری چیز کے ساتھ جوڑ موجود ہونا اور ہر چیز اور اس کے ذرہ ذرہ میں حکمت کا پایا جانا یہ سب کچھ اتفاقی نہیں بلکہ اس دنیا کی ترتیب اور ہر چیز کا دوسری چیز کے ساتھ جوڑ اور جڑ کی حکمت یہ سب چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اس سارے نظام اور اس ساری دنیا کا پیدا کرنے والا خدا موجود ہے جس نے حکمت کے ماتحت اس ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اس نے انسان کی آنکھ پیدا کی جس میں دیکھنے کی طاقت رکھی تو اس کے مقابل میں سورج کے اندر روشنی پیدا کی جس کے ذریعہ سے انسان دیکھتا ہے۔ ناک پیدا کی جس سے انسان سونگھتا ہے تو اس کے مقابل میں خوشبو پیدا کی۔ کان پیدا کیا جس سے انسان سنتا ہے تو اس کے مقابل میں ہوا میں یہ خصوصیت رکھی کہ وہ جنبش کرتی ہے اور اس کے ذریعے سے کان تک آواز پہنچتی ہے اب کیا دیکھنے کے لئے آنکھ اگر اتفاقاً پیدا ہو گئی تو اس کے مقابل میں سورج کی روشنی بھی اتفاقاً پیدا ہو گئی؟ سونگھنے کے لئے اگر ناک اتفاقاً پیدا ہو گئی تو کیا اس کے مقابل میں خوشبو بھی اتفاقاً پیدا ہو گئی؟ اگر سننے کے لئے کان اتفاقاً پیدا ہو گئے تو کیا اس کے مقابل میں ہوا کے اندر بھی جنبش کر کے کانوں تک آواز پہنچانے کی قابلیت اتفاقاً پیدا ہو گئی؟

پس ان چیزوں کے اندر اگر کوئی جوڑ نہ ہوتا کوئی ترتیب نہ ہوتی اور کوئی حکمت نہ ہوتی تو ان کو اتفاقی کہا جا سکتا تھا لیکن دُنیا کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں کوئی ترتیب نہ ہو۔ کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں حکمت نہ ہو۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کا کسی دوسری چیز سے جوڑ اور وابستگی نہ ہو۔ تو ہم کس طرح مان لیں کہ یہ ساری کی ساری چیزیں اور یہ سارے کا سارا نظام خود بخود اور اتفاقی ہے

مگر یہ دلیل اسی صورت میں فائدہ دے سکتی ہے۔ جب انسان بڑا ہو اور ان چیزوں پر غور کرے۔ آنکھوں سے دیکھے دل و دماغ سے سوچے۔ ادھر ان چیزوں پر نگاہ ڈالے اُدھر اپنے دل کے جذبات پر غور کرے۔ سورج اور چاند کی روشنی کو دیکھے۔ ہوا اور اس کے اثرات پر غور کرے۔ گرمی اور سردی کے اثرات کو دیکھے سبزیوں اور ترکاریوں کے پیدا ہونے اور ان کی خاصیتوں پر غور کرے۔ جب تک وہ ان چیزوں پر غور کرنے اور ان سے نتیجہ نکالنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ تک کس طرح پہنچ سکتا ہے۔"

(تفسیر کبیر سورۃ البقرہ صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷)

قافلہ قادیان میں جانے والے احباب متوجہ ہوں

جن احباب کا نام قافلہ قادیان میں منتخب ہو چکا ہے انہیں تین عدد ویزا فارم بھجوائے جا رہے ہیں اور انہیں ان فارموں پر جگہ جہاں کہ سُرخ روشنائی سے سا نشان لگا دیا گیا ہے دستخط یا نشان انگوٹھا لگانا ہے

اگر پاسپورٹ یا پاسپورٹ فارم پر دستخط اُردو یا انگریزی میں کئے ہوں تو ان فارموں پر بھی اس کے عین مطابق اردو یا انگریزی میں ہی دستخط کئے جائیں اور فارم فوراً بلا توقف واپس بھجوا دئے جائیں تاکہ ان کی خانہ پُری کی جا سکے کوئی دوست فارم خود پُر کرنے کی سعی نہ فرمائیں۔

ربوہ کے احباب دفتر خدمت درویشاں میں خود تشریف لا کر دستخط کر جاویں۔

(ناظر خدمت درویشان ربوہ)

فدیہ رمضان اور خدمتِ درویشاں

جن دوستوں پر شرعی لحاظ سے فدیہ فرض ہے یا جو روزوں کی توفیق پانے کے لئے فدیہ دینا چاہتے ہیں یا جو روزے رکھنے کے ساتھ مزید حصولِ ثواب کی خاطر فدیہ بھی دینا چاہتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے فدیوں کی رقوم نظارت خدمت درویشاں میں بھجوا کر ممنون فرمادیں

(نوٹ: تمام رقوم بذریعہ منی آرڈر بھجوائی جاویں تاکہ رمضان ختم ہونے سے قبل پہنچ جاویں۔

(ناظر خدمت درویشاں)

اخبارِ احمدیہ (بقیہ صفحہ اوّل)

ذکر کیا ہو۔ جب انسان یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ میں کچھ ہوں تو وہ وقت اس کی ہلاکت کا ہوتا ہے پس ہمیں ہمیشہ خدائے رحمٰن کے دامن کو پکڑنا چاہیئے اسے چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

حضور ایدہ اللہ کا یہ روح پرور تفصیلی خطاب قریباً نصف گھنٹے تک جاری رہا اس کے دوران حضور نے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور ربوبیت کے جلووں پر نہایت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی اور اس طرح واضح فرمایا کہ انسان کو اپنے آپ کو لاشئے سمجھتے ہوئے خدائے رحمٰن کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے۔ اس کے بغیر وہ نفس اور شیطان کی غلامی اختیار کرنے سے کسی صورت بچ نہیں سکتا۔

٭٭٭

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴